محبتِ الٰہی دل کو سکون اور روح کو روشنی بخشتی ہے اور بندے کو خالق سے جوڑ کر زندگی کو با مقصد بناتی ہے، اس محبت کی نشانیاں کیا ہیں؟ اس کے متعلق خوبصورت رسالہ بنام:

اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانیاں

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم عطاری مُدَّ ظِلُّہ العالی

پیش کش: مجلسِ اِفتاء (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net

فہرست

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
1	سب سے زیادہ محبت کس سے؟	3
2	محبت الٰہی کی پہلی مثال (نماز)	3
3	محبت الٰہی کی دوسری مثال (روزہ)	4
4	محبت الٰہی کی تیسری مثال (راہ خدا میں خرچ کرنا)	4
5	محبت الٰہی کی چوتھی مثال (حج)	8
7	محبتِ الٰہی کی پہلی نشانی	10
8	حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا	15
9	محبتِ الٰہی کی دوسری نشانی	17
10	محبتِ الٰہی کی تیسری نشانی	19
11	ذکرِ الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک	20

Go To Index

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے بتوں سے بڑی محبت کرتے تھے اور ان کی تردید کرتے ہوئے اہلِ ایمان کا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ترجمہ: اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔(1)

اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو عبادتیں مقرر فرمائیں، اُن کی بنیادی حکمت معلوم کرنے کے لیے اگر قرآن و حدیث کی نصوص پر غور کریں، تو واضح ہوتا ہے کہ تمام عبادات کے پیچھے حقیقی محرک و مقصد "محبتِ الٰہی" ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

عبادات میں محبت الٰہی کی پہلی مثال:

سب سے افضل اور اعلیٰ عبادت نماز ہے۔

نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ ترجمہ: اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔(2)

نماز کا مقصد خدا کی یاد ہے اور یاد کرنا محبت کی علامت ہے، جیسا کہ روایت میں ہے: "من احب شیاء اکثر ذکرہ" ترجمہ: جو جس سے محبت کرتا ہے، اسے کثرت سے یاد کرتا ہے۔(3)

1...(پارہ02، سورۃ البقرۃ:165)

2...(پارہ16، سورۃ طٰہٰ:14)

3...(کنز العمال، جلد 01، رقم الحدیث:1829، صفحہ 425)

عبادات میں محبت الٰہی کی دوسری مثال:

اسلام کی ایک اور مشہور عبادت روزہ ہے۔

روزے کے متعلق حدیث قدسی ہے:"قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: إِنَّ الصَّوْمَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ"ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ روزہ خالصتاً میرے لیے ہے اور میں بطورِ خاص اس کی جزا عطا فرماؤں گا۔(1)

اس حدیث قدسی میں موجود الفاظ "وَأَنَا أَجْزِي بِهِ" کو "وَأَنَا أُجْزٰي بِهِ" بھی پڑھا گیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا ترجمہ بنے گا کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں یعنی رب العالمین کی ملاقات اور اس کی رضا ہی روزے کی جزا ہے، کیونکہ بندے کا بھوکا پیاسا رہنا، خواہشات سے بچنا، بہت سی حلال چیزوں سے بھی اجتناب کرنا، حلال ماکولات اور مشروبات سے بھی باز رہنا اور ان اشیاء کی طلب کے باوجود انہیں چھوڑ دینا صرف اس لیے ہے کہ ان چیزوں کی طلب سے اوپر ایک اور طلب موجود ہے۔ وہ طلب، طلبِ مولیٰ ہے، وہ طلبِ رضائے الٰہی ہے، وہ طلبِ لقائے الٰہی ہے، اسی لیے جزا بھی ویسی ہی بیان فرمائی کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔

عبادات میں محبت الٰہی کی تیسری مثال:

اسلام میں ایک اور اہم عبادت راہِ خدا میں مال خرچ کرنا ہے جو زکوٰۃ اور صدقات و خیرات کی صورت میں ہوتا ہے۔

1...(صحیح مسلم، جلد02، صفحہ807، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کا عنصر موجود ہے کہ محبوب مال کو محبوبِ حقیقی، خداوندِ قدوس کے لیے قربان کردیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص بیان فرمایا ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: ”تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکوگے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔“(1)

فرمایا گیا کہ جو شے تمہیں پسند ہے، جس دولت سے تمہیں خوشی ملتی ہے اور جس مال سے تمہیں محبت ہے جب تک تم اس محبوب و مرغوب اور پسندیدہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو، تب تک نیکی کے اعلیٰ مقام کو نہیں پاسکتے۔ گویا سمجھادیا گیا کہ تمہاری محبت سے اوپر ایک اور محبت زیادہ ضروری ہے، تمہاری پسند سے اوپر ایک اور پسند زیادہ اہم ہے اور وہ ہے خدا کی محبت اور خدا کی پسند۔ اس سے واضح ہوگیا کہ اِنفاق فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کی جملہ صورتوں (زکوٰۃ، واجب و نفلی صدقات) میں بھی محبتِ الٰہی ہی بنیادی مطلوب ہے۔

غریبوں، مسکینوں اور یتیموں پر مال خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا پہلو کس قدر اہم اور نمایاں ہے، اس کے لیے مزید ایک آیت ملاحظہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ابرار یعنی نیک لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ﴿وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا﴾ ترجمہ کنزالعرفان: ”اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔“(2)

آیت مبارکہ کے الفاظ کو بغور پڑھیں کہ محبتِ الٰہی کو کیسے عظمت و وقعت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے۔ فرمایا کہ جو نیک لوگ ہیں وہ مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور

1...(پارہ04، سورۃ آل عمران:92)

2...(پارہ29، سورۃ الدھر:08)

یہ عمل کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا:﴿عَلٰی حُبِّهٖ﴾ اللہ کی محبت میں۔ پھر مزید کھول کر بیان فرمایا کہ جب یہ نیک لوگ کھانا کھلاتے ہیں، تو محتاجوں سے کہتے ہیں ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنز العرفان :ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔[1] یعنی نیک لوگ جب کسی کو کھانا کھلاتے ہیں، کسی کی پریشانی دور کرتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ سب صرف اور صرف "لِوَجْهِ اللّٰهِ" اللہ کی رضا کی خاطر کیا ہے اور کہتے ہیں ﴿لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا﴾ ہمیں نہ تم سے اس کا بدلہ چاہیے اور نہ ہم تم سے شکریہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ﴾ ہم تو تمہیں کھلاتے ہی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہیں، لہٰذا نہ تمہاری طرف سے بدلہ چاہیے اور نہ تمہاری طرف سے کسی شکریہ کی طلب ہے۔ ہمیں بدلہ چاہیے، تو خدا کی ذات سے چاہیے اور شکریہ بمعنیٰ قدر دانی چاہیے، تو خدا کی طرف سے چاہیے ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے۔[2] اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے، وہ جاننے والا ہے کہ کس نے خالصتاً اس کی رضا کے لیے کھلایا اور کس نے اس کی خوشنودی کے لیے صدقہ کیا۔

راہِ خدا میں خرچ کرنا کس طرح خدا کی محبت میں اور اس کی رضا کے لئے ہوتا ہے؟ اس کے لئے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک واقعہ میں نہایت عظیم سبق ہے۔ تفصیل کچھ یوں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ابتدائے اسلام میں یہ معمول تھا کہ کفار جن غلاموں پر ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ظلم کرتے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ استطاعت ان غلاموں کو خریدتے اور خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ لگتا یہ ہے کہ جن

1...(پارہ29، سورۃ الدھر:09)

2...(پارہ05، سورۃ النساء:147)

غلاموں کو خرید کر یہ آزاد کرتے ہیں، ان غلاموں کا ابو بکر صدیق پر کوئی احسان ہے، مثلا: ماضی میں کسی مشکل میں یہ غلام ان کے کام آئے ہوں گے کہ جس کا بدلہ چکانے کے لیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غلام خریدتے ہیں اور آزاد کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمالِ اخلاص کو بیان کرتے ہوئے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا﴿وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى(17) الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى﴾ ترجمہ کنز العرفان:"اور عنقریب سب سے بڑے پرہیزگار کو اس آگ سے دور رکھا جائے گا، جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ اسے پاکیزگی ملے۔[1]

آیت میں اَلْاَتْقٰی یعنی سب سے بڑے متقی سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کا مزید یہ وصف بیان فرمایا﴿الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى﴾ جو اپنا مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ پاکیزہ ہو جائیں۔ اور جہاں تک لوگوں کی بدلہ چکانے والی بات کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا﴿وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى﴾ ترجمہ کنز العرفان:"اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاتا ہو۔[2]

اس آیت میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا کہ ابو بکر پہ کسی کا کوئی احسان نہیں ہے، جس کا بدلہ چکایا جا رہا ہو، بلکہ ابو بکر تو اپنے ربِ اعلیٰ (سب سے بلند شان والے حقیقی رب) کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اس کی محبت میں خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى﴾ ترجمہ کنز العرفان: صرف اپنے سب سے بلند شان والے رب کی رضا تلاش کرنے کے لئے۔[3]

1...(پارہ30، سورۃ اللیل:17، 18)
2...(پارہ30، سورۃ اللیل:19)
3...(پارہ30، سورۃ اللیل:20)

عبادات میں محبت الٰہی کی چوتھی مثال:

اسلام کی چوتھی اہم اور فرض عبادت حج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ترجمہ کنز العرفان: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے۔[1]

بیت اللہ کا حج صاحبِ استطاعت پر فرض ہے۔ یہ عظیم فریضۂ حج کس کے لیے لازم ہے؟ فرمایا "لِلّٰهِ" خالص اللہ کے لیے، سبحان اللہ۔ حقیقت یہی ہے کہ افعالِ حج محبتِ الٰہی کو قدم قدم پر ظاہر کرتے ہیں، جیسے:

ایک آدمی اپنی روٹین کا لباس اتار دیتا ہے اور بے سِلی دو چادریں پہن لیتا ہے، اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ جاتا ہے، اور جس طرح محبوب کے گھر کے گرد چکر لگائے جاتے ہیں، حاجی بھی ایسے ہی دو چادریں پہن کر محبتِ الٰہی میں بیت اللہ کے چکر لگاتا ہے۔

پھر اس کے بعد منیٰ روانگی ہوتی ہے۔ وہاں کیا ہے؟ صرف ایک میدان ہے، جہاں جا کر بیٹھ جانا ہے اور یہ سنت ہے۔

پھر عرفات جانا ہے اور وہ بھی ایک میدان ہے، جہاں جا کر بیٹھنا فرض ہے۔

پھر رمی جمرات یعنی شیطان کو کنکریاں مارنی ہیں، جو واجب ہے اور دلچسپ بات یہ کہ وہاں سامنے شیطان نظر نہیں آتا، بلکہ چند پتھروں کی صورت میں اس کے علامتی نشان ہیں۔

ان تمام مناسک پر غور کریں، تو بظاہر عبادات کا یہ مجموعہ عقل میں آنے والا نہیں کہ

1...(پارہ04، سورۃ آل عمران:97)

کسی میدان میں جا کر بیٹھ جائیں، پھر کچھ وقت کے بعد باہر آئیں، تو آپ کی عبادت ہو گئی۔

آپ نے اپنے سلے ہوئے لباس اتار کر دو بے سلے کپڑے پہن لیے، آپ کی عبادت ہو گئی۔

آپ نے پتھروں سے بنے ہوئے مقدس گھر کے ارد گرد چکر لگا لیے، آپ کی عبادت ہو گئی، آپ کا طوافِ قدوم ہو گیا، آپ کا طواف الزیارہ ہو گیا، آپ کا طوافِ رخصت ہو گیا۔

ان میں سے کوئی شے نہیں، جو ظاہری عقل کے تقاضوں پر پوری اترتی ہو، بس ہمیں اتنا بتا دیا گیا کہ یہ ہمارے خدا کا گھر ہے۔ (خدا اس گھر میں رہنے سے پاک ہے، جگہ سے پاک ہے، جسم سے پاک ہے۔) بیت اللہ میں بیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبتِ تشریفی ہے یعنی اس مکان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے ہم اس گھر کے چکر لگاتے ہیں۔ آخر ان تمام افعال میں کون سا جذبہ کار فرما ہے؟ جواب یہی ہے کہ ان سب امور میں محبتِ الٰہی کار فرما ہے، کیونکہ محبت کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں بیسیوں کام ایسے ہوتے ہیں، جو عقل میں نہیں آتے، لیکن محب اپنے محبوب کی خاطر کرتا ہے۔ یہی حال مومن کا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عبادات محبتِ الٰہی کے اظہار کی صورتیں ہیں کہ نماز کا مقصد محبوبِ حقیقی کی یاد ہے، روزے کی بھوک پیاس اللہ کی خاطر ہے، زکوٰۃ و صدقات میں مال خرچ کرنا، خدا کی محبت میں ہے اور حج کی نیت اور جملہ افعال محبت کے مظاہر ہیں۔

محبت کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں:

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ دینِ اسلام میں اللہ تعالیٰ کی محبت مرکزی ترین حیثیت رکھتی ہے اور بندہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ تمام کائنات سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتا ہے، تو اب محبت کی کچھ علامات جانتے ہیں تاکہ ہم اپنے ایمان کی حالت و کیفیت کو ان علامات کی روشنی میں جانچ سکیں۔

محبتِ الٰہی کی پہلی نشانی:

محبت کی ایک نشانی یہ ہوتی ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب پر اپنی جان، اپنا مال، اپنی اولاد، اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے، بلکہ بعض صوفیائے کرام کے بڑے خوب صورت الفاظ میں محبت کی پہچان یہ ہے کہ مُحِب سب کچھ قربان کرکے بھی سمجھے کہ کچھ نہیں کیا، اور محبوب کی طرف سے تھوڑا سا مل جائے، تو سمجھے بہت کچھ، بلکہ سب کچھ مل گیا ہے۔

محبت کی اس پہچان کو سامنے رکھتے ہوئے اگر قرآنِ مجید کا مطالعہ کریں، تو بہت سے واقعات مل جائیں گے جن میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کردو۔ کون سا بیٹا؟ وہ جو بڑھاپے کی اولاد ہے، جو عرصہ دراز تک آنکھوں سے دور رہی، کیونکہ بچپن میں ان کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اس بیٹے کے متعلق یہ فرمایا جاتا ہے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا، تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔ اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے

میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔اِنْ شَآءَاللہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔(1)

فرمایا﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ﴾جب وہ دوڑنے کی عمر کو پہنچا،یعنی وہ عمر جس میں بچہ نئی نئی چیزیں سیکھ رہا ہوتا ہے ، بلوغت کا زمانہ قریب آ رہا ہوتا ہے، اوراس کے ساتھ بہت سی امیدیں وابستہ ہو چکی ہوتی ہیں،خاص اس عمر میں حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے اس بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے چھری پھیر کر ذبح کر دو۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں:﴿یٰبُنَیَّ﴾اے میرے بیٹے﴿اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ﴾میں نے خواب میں دیکھا ہے﴿اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ﴾میں تمہیں ذبح کررہا ہوں﴿فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى﴾تم بتاؤ کہ تمہاری کیارائے ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام عرض کرتے ہیں﴿یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾اے میرے والد جو حکم دیا جارہا ہے، کر گزریئے ،﴿سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والا پائیں گے۔ یہ دونوں کی محبتِ الٰہی ہے۔باپ کی خدا سے محبت کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہیں اور بیٹے کی خدا سے محبت کہ خدا کے حکم پر ذبح ہونے کو تیار ہیں، پھر جب ذبح کا وقت آ گیا،بیٹے کو لٹا دیا، چھری گردن پہ رکھ دی، چلانے کی کوشش کرنے لگے، تو اللہ تبارک و تعالٰی نے ندا فرمائی﴿وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ﴾اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم!﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا﴾(2)بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔(3)تمہاری یہ قربانی ہماری بارگاہ میں قبول ہو گئی﴿وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ﴾ترجمہ کنز العرفان: اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ

1...(پارہ23،سورۃ الصفت:102)

2...(پارہ23،سورۃ الصفت:104)

3...(پارہ23،سورۃ الصفت:105)

دیدیا۔[1] اسمٰعیل کو بچالیا، خدا نے اپنی طرف سے وہاں پر مینڈھا بھیج دیا اور اسے ذبح کر دیا گیا اور فرمایا کہ ﴿سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: ابراہیم پر سلام ہو۔[2] ﴿وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔[3] یعنی اب ہم نے پیچھے آنے والی ساری نسلوں میں ابراہیم علیہ السلام کا اچھا تذکرہ رکھ دیا۔ اب نسلیں آتی جائیں گے، قومیں بدلتی رہیں گی، حتی کہ نئے نئے مذاہب آتے رہیں گے، اور سب ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی تعریفیں کرتے رہیں گے کہ یہ وہ بندہ کامل تھا جس نے اپنے خدا کی محبت میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہ ہے محبت کہ محب محبوب کے لیے اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنی سب سے محبوب شے قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی دوسرا واقعہ ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام چھ مہینے کے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے ابراہیم! اپنے اس چھوٹے سے بچے کو اور اس کی والدہ کو لے جاکر بیابان میں چھوڑ دو۔ اب غور کریں کہ آدمی اپنی بیوی اور بچوں کے حوالے سے کتنا فکر مند اور حساس ہوتا ہے، زیادہ دن باہر نہیں رہتا کہ پیچھے بچے چھوٹے ہیں، بچہ بیمار ہوتا ہے، تو باپ ساری رات جاگتا ہے اور نہ جانے اہلِ خانہ کی محبت میں کون کون سے کام کرتا ہے، لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنی زوجہ اور چھوٹے سے بچے کو بیابان علاقے میں چھوڑ کر آ جاؤ، تو ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام چھوڑ کر آ گئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عرض کی، اس میں کوئی سوال یا شکوہ نہیں کیا۔ یہ نہیں عرض کیا کہ یا اللہ! یہ حکم

1...(پارہ23، سورۃ الصفت:107)

2...(پارہ23، سورۃ الصفت:109)

3...(پارہ23، سورۃ الصفت:108)

کیوں دیا جارہا ہے؟ یا اللہ! بچہ فوت ہو جائے گا، یا اللہ! بیوی کا انتقال ہو جائے گا، بیابان ہے، اگر میں کچھ پانی اور کھانا ساتھ دے بھی دوں، تو کتنے دن چلے گا، بالآخر وہ ذخیرہ ختم ہو جائے گا، اس کے بعد نہ وہاں پانی کا انتظام، نہ درخت، نہ سایہ، نہ کھانے کا انتظام، کچھ بھی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسی کوئی بات نہیں کہی بلکہ آپ علیہ السلام نے ایسا کچھ بھی کہنے کی بجائے عرض کی ﴿رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔[1] گویا یہ عرض کی جارہی ہے کہ اے مالک، بس تیرا حکم ہے، اس لئے تیرے حکم پر اپنے اس چھوٹے سے بچے کو اور اس کی ماں کو بیابان میں چھوڑ کے آگیا ہوں۔

اس واقعے کو کچھ تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے: "سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر مکہ میں آئے، اس وقت وہ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں، ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کو (بعد میں تعمیر ہونے والے) کعبہ کے قریب ایک بڑے درخت کے پاس مسجد (بعد میں بننے والی مسجد حرام) کی بلند جانب، زم زم کے اوپری حصے پر بٹھا دیا۔ ان دنوں مکہ میں کوئی انسان نہیں ہوتا تھا، اور نہ ہی وہاں پانی تھا، ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لیے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشک میں پانی رکھ دیا، پھر ابراہیم علیہ السلام وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (یعنی حضرت ہاجرہ) ان کے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! اس خشک وادی میں جہاں کوئی بھی آدمی اور کوئی بھی چیز موجود نہیں،

1...(پارہ 13، سورۃ ابراہیم: 37)

آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا، لیکن ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف توجہ نہ کی، آخر سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر وہ ہمیں ضائع ہونے نہیں دے گا، پھر آپ واپس آگئیں اور ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے۔ جب ابراہیم علیہ السلام ثنیہ پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ انہیں دکھائی نہیں دیتے تھے تو آپ نے خانہ کعبہ کی سمت رخ کیا، پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر ان کلمات سے دعا کی: اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی، یہاں تک کہ آپ نے ”یشکرون“ تک تلاوت کی۔“(1)

یہ ہے سچی محبت کا اعلیٰ درجے کا اظہار کہ جب محبت اپنے عروج پہ ہوتی ہے، تو پھر محب اپنے محبوب کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے، اور پھر دیکھ لیں کہ ان ہستیوں نے اللہ کی محبت میں اور اس کے حکم پر اتنی بڑی قربانی دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسا عظیم صِلہ عطا فرمایا کہ قیامت تک کے لیے ان کے وہاں گزرے لمحات اور وہاں پیش آنے والے واقعات کی یادوں کو باقی رکھا اور ان جگہوں کو شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیاں قرار دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِۚ-فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ترجمہ کنز العرفان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے چکر لگائے۔(2)

جن دو پہاڑیوں پر خدا کی نیک بندی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئی تھیں اور جس

1...(صحیح بخاری، جلد04، صفحہ142، رقم الحدیث:3364، دار طوق النجاۃ)

2...(پارہ02، سورۃ البقرۃ:158)

جگہ دوڑ لگائی تھی، وہاں کے متعلق فرمایا گیا کہ اس کے قدموں کے نشانات شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں) ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حج و عمرہ کرنے والوں کے لیے صفا اور مروہ کی سعی کو واجب کر دیا۔اب جو مسلمان اس مقدس مقام کی زیارت کے لیے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس بندی کی یاد میں وہاں جاکر صفا و مروہ کے چکر لگاتا ہے۔اب نہ پانی کی تلاش ہے، نہ کوئی اور غرض، لیکن یہ عقل میں نہ آنے والا فعل ہر کوئی کیوں کرتا ہے؟ اس لیے کہ یہ اس کی یاد میں ہے کہ جس نے اللہ کی محبت میں وہ کام کیا تھا کہ جو عقل میں آنے والا نہیں تھا۔ اللہ عزوجل کے حکم پر اپنی جان اور اپنے بچے کی جان کو قربانی کے لیے تیار کر کے بیٹھ گئیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان کے ناموں کو روشن کر دیا اور ان کی سنت پہ عمل کرنے کا حکم دے دیا۔

سبحان اللہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کی عظیم نشانی کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔

محبتِ الٰہی کے لیے جان قربان کر دینے کے جذبے کی ایک اور عظیم مثال:

محبتِ الٰہی کے لیے جان قربان کر دینے کے جذبے کی ایک اور عظیم مثال ملاحظہ کریں۔

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شریک ہوئے شریک ہونے سے پہلے حضرت عبد اللہ بن جحش کی ملاقات ایک صحابی سے ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ یوں کرتے ہیں کہ ہم دعا مانگتے ہیں، طے یہ تھا کہ میں دعا کروں گا، آپ آمین کہئے گا اور آپ دعا کیجئے گا، میں آمین کہوں گا۔ مکمل روایت یوں ہے چنانچہ "السنن الکبری للبیھقی" میں اس واقعے کو یوں نقل کیا گیا ہے:" اسحاق بن سعد کہتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے جنگ احد کے دن کہا: آیئے مل کر دعا کرتے ہیں، چنانچہ ایک

گوشہ میں جا کر میں نے دعا کی: ”اے میرے رب عزوجل! جب دشمن سے میری لڑائی ہو، تو میرا مقابلہ کسی ایسے شخص سے کروانا جس کی گرفت نہایت سخت اور جس کا غیظ و غضب انتہائی شدید ہو۔ میں اس سے لڑوں، وہ مجھ سے لڑے، پھر تو مجھے اس کے اوپر غلبہ و کامرانی عطا فرما، حتی کہ میں اسے قتل کر کے اس کے اسلحے کو اپنے قبضے میں کرلوں۔ سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے میری اس دعا پر آمین کہی۔

پھر حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ عزوجل! میدان جنگ میں میرا مقابلہ ایسے شخص سے کروانا جو انتہائی غضبناک اور سخت گیر ہو، میں تیری راہ میں اس سے جنگ کروں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر وہ میرے اوپر غالب آجائے، اور میری ناک اور میرے کان کاٹ لے، اور جب قیامت کے دن میں تیرے سامنے حاضر ہوں، تو مجھ سے پوچھے کہ اے عبد اللہ! تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں کہ: یا اللہ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں، اور تو کہے کہ تو نے سچ کہا“۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اے بیٹے! سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے اچھی تھی۔(1)

یہ ہے اللہ کی محبت کہ خدا کی راہ میں جان، مال کی قربانی پیش کرنا بندے پر آسان ہو جائے۔ محبتِ الٰہی کی اس نشانی کو قرآن مجید نے اپنے خوبصورت الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ترجمہ کنز العرفان: ”بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لیے کہ ان کے لیے جنت ہے۔(2)

1...(السنن الکبری للبیھقی، جلد06، صفحہ501، رقم الحدیث:12769، بیروت)

2...(پارہ11، سورۃ التوبۃ:111)

محبتِ الٰہی کی دوسری نشانی:

محبتِ الٰہی کی دوسری نشانی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بندگی سے اُس کی عبادت اور اُس سے مناجات کرنے سے بندے کو محبت ہو اور اسی طرح اُس محبوبِ حقیقی عزوجل سے ملاقات کا اشتیاق ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں اہل جنت کی راتوں کی شب بیداری ، عبادت کا ذوق، بار گاہِ خداوندی میں عاجزی سے حاضری کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: وہ رات میں کم سویا کرتے تھے۔(1)

اور ایک مقام پہ فرمایا﴿ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور رات کے آخری پہروں میں بخشش مانگتے تھے۔(2)

ایک اور آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا﴾ ترجمہ کنز العرفان: ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں اور وہ ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔(3)

راتوں کو پہلو کا بستروں سے جدا رہنا، یہ تب تک نہیں ہوتا، جب تک خدا کا خوف اور اس کی محبت دونوں یا ان میں سے کوئی ایک دل پہ غالب نہ آجائے۔ محبتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے، تو تہجد میں آنکھ بھی کھلتی ہے، محبتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے، تو بستر چھوڑنے کو دل بھی کرتا ہے۔ محبتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے، تو یادِ الٰہی میں محو ہو جانے کو دل بھی کرتا ہے، ورنہ تو غافل لوگ فجر کی نماز میں

1...(پارہ26، سورۃ الذریت:17)

2...(پارہ26، سورۃ الذریت:18)

3...(پارہ21، سورۃ السجدۃ:16)

سوئے رہتے ہیں، لیکن جن کے دل اللہ کی محبت سے لبریز اور﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾کے حقیقی مصداق ہوتے ہیں، ان کے لیے بستروں کو چھوڑنا، نیند کو قربان کرنا، آرام سے دور ہو جانا، رب کی بارگاہ میں کھڑے ہو جانا ان کے لیے بہت آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کا ذکر فرمایا، تو انہیں عباد الرحمٰن (رحمان کے بندے) کے لفظ سے تعبیر فرمایا﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ترجمہ کنز العرفان: اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔[1]

اِن بندگانِ رحمٰن کا ایک وصف یہ بیان فرمایا﴿وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا﴾ترجمہ کنز العرفان: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔[2]

یعنی یہ محبتِ الٰہی کے سبب اور خدا کے خوف کی وجہ سے راتیں سجدہ و قیام میں گزارتے ہیں، پھر رات بھر عبادت کرنے کے باوجود اپنی عبادت پہ ناز نہیں کرتے، فخر و غرور کا شکار نہیں ہوتے، خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتے، بلکہ عرض کرتے ہیں﴿وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾ترجمہ کنز العرفان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا ہے۔[3]

یہ قیام و سجود کا جذبہ، بندگی کا شوق اور عبادت کی لگن کب پیدا ہوتے ہیں؟ یقیناً اس وقت جب حقیقتاً دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی مٹھاس ہو اور خدا کی محبت قلبِ مومن میں جوش مار رہی ہو۔

1...(پارہ19، سورۃ الفرقان:63)

2...(پارہ19، سورۃ الفرقان:64)

3...(پارہ19، سورۃ الفرقان:65)

محبتِ الٰہی کی تیسری نشانی:

محبتِ الٰہی کے سبب ذوقِ عبادت کی تسکین کی کئی صورتیں بنتی ہیں، کبھی وہ بدنی عبادت ہوگی، کبھی مالی اور کبھی ذکرِ لسانی و قلبی کی صورت ہوگی۔ خصوصاً ذکرِ الٰہی تو ان اعمال میں بہت ہی نمایاں ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبت، ذکر کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ کنز العمال کی حدیث پاک ہے: ”مَنْ اَحَبَّ شَيْأً اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ“ ترجمہ: جو کسی شے سے محبت کرتا ہے، تو اس کا ذکر بڑی کثرت سے کرتا ہے۔(1)

اور اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کے حوالے سے ارشاد فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾ ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔(2)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔(3)

کثرتِ ذکر کے غلبے اور ذوق و شوق کی ایک صورت اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یوں بیان فرمائی ہے ﴿الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ ترجمہ کنز العرفان: جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔(4)

اس آیت کو سمجھنے کے لئے یہ تمہید ذہن میں رکھیں کہ ذکر کرنے کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

1...(کنز العمال، جلد01، رقم الحدیث:1829، صفحہ425)

2...(پارہ22، سورۃ الاحزاب:41)

3...(پارہ22، سورۃ الاحزاب:35)

4...(پارہ04، سورۃ آل عمران:191)

(۱)ذکر بالتکلف(تکلف کے ساتھ ذکر)اور(۲)ذکر بالمحبۃ(محبت کے ساتھ ذکر)۔

جو ذکر تکلف کے ساتھ ہوتا ہے، اس کی حالت یہ ہے کہ جتنی دیر بندہ تکلف کرتا ہے، اتنی دیر ذکر کرلیتا ہے۔ جیسے ہی تکلف ختم، تو ذکر ختم، لیکن جو ذکر محبت کے ساتھ ہوتا ہے، وہ آدمی تکلف کرے یا نہ کرے، بہر صورت جاری رہتا ہے۔وہ ذکر اس کے مزاج، اس کی فطرت کا حصہ بن جاتا ہے، کیونکہ محبت کا وتیرہ یہی ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے دل و دماغ اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد اوپر کی آیت کو پڑھیں تو اس کا مفہوم اس انداز میں واضح ہوتا ہے کہ جو خدا سے محبت کرنے والے ہیں، ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ کھڑے ہیں، تو بھی خدا کو یاد کرتے ہیں، بیٹھے ہیں تو بھی خدا کو یاد کرتے ہیں اور بستروں پر لیٹے ہیں، تو بھی خدا کو یاد کرتے ہیں یعنی ان کی کوئی گھڑی خدا کی یاد سے غفلت میں نہیں گزرتی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر فرمایا: صحیح مسلم کی روایت ہے:"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ "ترجمہ:حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔(1)

ذکرِ الٰہی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک:

ذکرِ الٰہی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کی مزید کچھ تفصیل ملاحظہ کریں۔ ویسے تو نماز بھی ذکرِ الٰہی ہے، جملہ عبادات ذکر الٰہی ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو تعلیم دینا بھی ذکر الٰہی ہے، لیکن خالصتاً جسے ایک اصطلاح کے اعتبار سے ذکرِ الٰہی کہا جاتا

1...(صحیح المسلم، جلد01، صفحہ282، رقم الحدیث:373، مطبوعۃ دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

ہے یعنی ذکرِ خالص جیسے مخصوص اوراد و وظائف اور اذکار پڑھنا، اس کے متعلق بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں پورا باب ہے اور باقاعدہ کتبِ احادیث میں کتاب الدعوات والاذکار کے عنوان کے تحت اس حوالے سے روایات بیان کی جاتی ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے مجموعے پر کتابیں موجود ہیں جن میں زندگی بھر کے اذکار اور دعائیں مذکور ہیں حتی کہ وہ دعائیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے اور وہ اذکار جو بیدار ہونے کے بعد پڑھتے تھے، یونہی کھانا کھانے سے پہلے اور بعد کی دعائیں، سواری پر سوار ہونے، بلندی پر چڑھنے اور اترنے کی دعائیں وغیرہ۔ حتیٰ کہ احادیث میں ان اذکار کا تذکرہ بھی ہے کہ رات میں، سوتے میں کسی وقت آنکھ کھل جائے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت جو اذکار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سو کر اٹھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سب سے پہلے جو کلام جاری ہوتا وہ بھی اللہ کا ذکر ہی ہوتا تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ معمولات مبارکہ درحقیقت "مَنْ اَحَبَّ شَيْأً اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ" (جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ بڑی کثرت کے ساتھ اس کو یاد بھی کرتا ہے) کا آئینہ ہیں۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے کیسی محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ" ترجمہ: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔(1) آنکھوں کو ٹھنڈک اس شے سے ملتی ہے کہ دل جس سے خوش ہوتا اور راحت و فرحت پاتا ہے، جیسے ہم کوئی خوبصورت منظر دیکھتے، کوئی حسین آبشار، چشمہ دیکھتے ہیں، تو ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو خوشی ملتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کو اس سے بڑھ

1...۔(سنن نسائی، جلد07، صفحہ61، رقم الحدیث:3939، مطبوعہ حلب)

کر ٹھنڈک نماز میں ملتی تھی۔ کیوں؟ اس لیے کہ نماز رب تعالیٰ سے ملاقات کی صورت ہے، جنہیں یہ ملاقات تمام نظاروں سے عزیز تر ہو، نماز ان کے لیے راحت و سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، ورنہ یہ نماز بھاری محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے﴿ وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے۔ مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے۔[1]

محبتِ الٰہی کی ایسی ہی علامات اولیائے کرام، صوفیائے عظام، سلف صالحین اور بزرگانِ دین کی سیرت میں بھی پائی جاتی تھیں، چنانچہ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے کہ آپ رات کے وقت عبادت کرتیں۔ ساری رات عبادت میں گزر جاتی، جب سحری کا وقت ہوتا، تو پھر کہتیں کہ کچھ دیر آرام کر لینا چاہیے، تھوڑی دیر آرام کرتیں، تھوڑی دیر لیٹنے کے بعد اٹھتیں اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتیں کہ اے نفس تو کتنا غافل ہے، تو کتنا سوئے گا، جاگ، اٹھ، اپنے رب کو راضی کر، کیونکہ ایک نیند ایسی آنی ہے، جس کے بعد صبح قیامت میں آنکھ کھلنی ہے، ایک رات ایسی آنی ہے کہ جس میں صبح قیامت آنکھ کھلنی ہے۔

اسی طرح ایک اور بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ وہ رات کے وقت عبادت کرتے، رات کو عبادت کرتے کرتے فجر کی اذانیں ہو جاتیں۔ فجر کی اذان سنتے، تو کہتے یا اللہ! تو نے رات کتنی چھوٹی بنائی ہے۔

1...(پارہ 01، سورۃ البقرۃ: 45 تا 46)

یہ کیفیات تبھی نصیب ہوتی ہیں کہ جب دل میں محبت کا جذبہ موجود ہو، ورنہ وہ معاملہ ہوتا ہے، جو بیان کیا گیا کہ مومن مسجد میں ایسے ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق مسجد میں ایسے ہوتا ہے، جیسے پرندہ پنجرے میں۔چنانچہ کشف الخفاء میں ہے:"المومن فی المسجد کالسمک فی الماء والمنافق فی المسجد کالطیر فی القفص "ترجمہ: مومن مسجد میں ایسا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق مسجد میں ایسا ہے، جیسے پرندہ پنجرے میں۔[1]

پرندہ ہر وقت تمنا کرتا ہے کہ پنجرے سے نکل جائے، جبکہ مچھلی ہر وقت پانی میں رہنا چاہتی ہے، تو مومن کا دل مسجد میں لگتا ہے، عبادت میں لگتا ہے، تلاوت میں لگتا ہے، ذکرِ الٰہی میں لگتاہے، خدا کی بندگی میں لگتاہے، کیوں؟ اس لیے کہ یہ اس کی روح کی غذا بن چکی ہوتی ہے۔

اب ہم خود پر غور کریں کہ ہماری حالت و کیفیت کیا ہے کہ اگر یہ وصف ہمارے اندر موجود ہے، تو سبحان اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل ہے، لیکن اگر ہمارے دلوں کی حالت و کیفیت ایسی نہیں ہے، بلکہ مسجد میں جانا ہمیں بوجھ اور مشقت لگتا ہے، فجر کے لیے نیند قربان کرنا ہمارے لیے مشکل ہے، ظہر کے لیے اپنی نوکری یا کاروبار چھوڑ کے مسجد آنا دشوار ہے، عصر، مغرب، عشاء اپنے دوستوں اور فیملی میں گزارنا تو اچھا لگتا ہے، لیکن اس سنگت اور مجلس کو چھوڑ کر نماز کے لیے مسجد میں آنا باعثِ مشقت ہوتا ہے، تو پھر حقیقت یہ ہے کہ ہماری اس محبتِ الٰہی پر زنگ چڑھا ہوا ہے اور اس کا ایک سبب گناہوں کا ارتکاب ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جب بندہ مومن کوئی گناہ کرتا ہے، تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کرے، باز آجائے اور مغفرت طلب کرے، تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر وہ (گناہ

1...(کشف الخفاء، جلد2، صفحہ 294، داراحیاء التراث)

میں) بڑھتا چلا جائے، تو پھر وہ دھبہ بھی بڑھتا جاتا ہے، یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے﴿كَلَّا بَلْ ـ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (ایسا) ہرگز نہیں (ہے) بلکہ ان کے کمائے ہوئے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔[1]

ہمارے دلوں پر زنگ چڑھا ہوا ہے۔ اس زنگ کو دور کرنے کی حاجت ہے اور دلوں کا زنگ دور کرنے کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا: بے شک یہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں، جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! اس کی پاکیزگی (کا ذریعہ) کیا ہے؟ فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنا اور تلاوت قرآن۔[2]

لہٰذا خود کو بتکلف نیکیوں کا عادی بنائیں، نیک اعمال کے فضائل پڑھیں، بزرگانِ دین کی سیرت کا مطالعہ کریں، ان شاء اللہ ہمارے دلوں کا زنگ دور ہو جائے گا اور محبتِ الٰہی روشن ہو کر سامنے آجائے گی۔ان شاء اللہ عزوجل

اے اللہ! ہمارے دلوں کے زنگ کو دور فرما کر اپنی محبت کا نور داخل فرما اور ہمارے ہر عمل کو اپنی محبت کی طرف لے جانے والا بنا۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

1...(سنن ابن ماجہ، جلد02، صفحہ1418، رقم الحدیث:4244، دار احیاء الکتب العربیۃ)

2...(شعب الایمان، جلد03، صفحہ392، رقم الحدیث:1859، مکتبۃ الرشد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"محبتِ الٰہی کے لیے دعا"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ علیہ السلام يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَهْلِیْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ " ترجمہ: حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دعا یہ بھی تھی: اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور جو تجھ سے محبت کرے، اس کی محبت کا اور ایسے عمل کا جو تیری محبت تک مجھے پہنچا دے۔ اے اللہ! میرے لیے اپنی محبت کو میری جان، گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

(سنن الترمذي، ابواب الدعوات، جلد5، صفحہ522، مطبوعہ مصر)

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی

UAN +92 21 111 25 26 92   0313-1139278

www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net

feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net